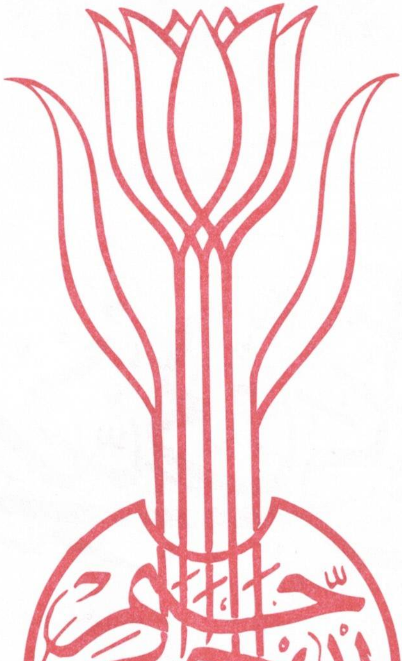
آواز فطرت

اسلامک سرکل آف نارتھ امریکہ (سسٹرز ونگ)

آوازِ فطرت

ICNA CANADA

اسلامک سرکل آف نارتھ امریکہ (سسٹرز ونگ)


بسم الله الرحمن الرحیم

دِیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ کا احسان اور مہربانی ہے کہ اُس نے ہمیں دِین حق عطا فرمایا اور ساتھ ہی زندگی گزارنے کا راستہ بھی دکھایا جیسا کہ فرمایا۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا۔

ہمارے دِین نے جس اجتماعیت اور تنظیم کا حکم دیا ہے وہ کیا ہے؟ اور یہ دِین اور ملت کو کس حد تک مطلوب ہے اور کیوں مطلوب ہے۔
یہ کتاب اِسی مطالبہ کو پورا کرنے کی ایک کوشش ہے اللہ تبارک تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہماری اس کوشش کو کامیاب بنائے۔

منجاب

Publications Department

اِکنا سِسٹرز کینیڈا

آواز فطرت

ایک ایسی کتاب جو ہمیں اسلامی اجتماعیت کی سمجھ دیتی ہے۔اس مختصر کتابچہ میں اجتماعیت کے حوالے سے تمام نکات کا احاطہ کیا گیا ہے۔اجتماعیت ہمارے لیے کیوں اہم ہے ؟ایک اسلامی اجتماعیت کیسے تشکیل پاتی ہے اور اس کے کیا اہم لوازمات ہیں ؟ان تمام اہم نکات کو قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھایا گیا ہے۔

1. انسان کن ضروریات کی بناپر ایک دوسرے سے مل جل کر رہتا ہے ؟
2. اسلامی عبادات سے اجتماعیت کی اہمیت کس طرح معلوم ہوتی ہے ؟
3. اسلام اجتماعیت کی اہمیت پر کس طرح روشنی ڈالتا ہے ؟
4. اگر ہم اچھے لوگوں کی صحبت میں رہیں تو ہماری ایمانی کیفیت اور اعمال پر کیا اثرات ہوتے ہیں ؟
5. اگر مسلمان مل جل کر نہ رہیں تو اس سے ضرورت مند مسلمانوں کو کیا نقصان ہوتا ہے ؟
6. اگر اکنا اور ایسے ساتھیوں کے ساتھ مل کر رہیں جو دین کا پیغام پہنچاتے اور مل کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوتا ہے ؟اپنی ذات سے مثال دیجیے۔
7. اسلامی اجتماعیت کا کیا مقصد ہونا چاہیے ؟
8. اسلامی اجتماعیت کا حصہ بننے کے لیے کیا شرط ہونی چاہیے ؟
9. اسلامی اجتماعیت کی کیا خصوصیات ہوتی ہیں ؟
10. سمع واطاعت کیوں ضروری ہے ؟

اسلام میں اجتماعیت کا مقام

اللہ تعالیٰ نے ابتدائے افرینش سے انسان کے اندر ایسے جذبات ودیعت کر دیئے ہیں جن کے اظہار، تسکین، اور نشوونما کے لئے وہ ہمیشہ سے دوسرے انسانوں کا محتاج رہا ہے۔ جب انسان نے دورے انسان کو سخت ترین سزا دینی چاہی تو اسے قید تنہائی میں بھیجا، اسے انسانی معاشرت اور معاشرے سے دور رکھا جاتا رہا۔ انسان کو نفسیات کی زبان میں معاشرتی جانور کہا گیا ہے۔ ''گھر'' ایسا لفظ ہے جسکو سنتے ہی ذہن میں ماں، باپ، بہن، بھائی اور اس طرح کے دیگر رشتوں کا تصور اُبھرتا ہے۔ اسی طرح ''معاشرے'' کے لفظ کے ساتھ گھروں کے مجموعہ کا تصور ذہن میں آتا ہے دورِ جدید اس اعتبار سے ماضی کے ادوار سے منفرد ہے کے آج دنیا ایک Global Village بن گئی ہے۔ اور انسان سمٹ کر ایک دوسرے کے بہت قریب آ رہے ہیں ویسے بھی انسان کا لفظ انس کے مادے سے نکلا ہے جس کے معنیٰ انس ومحبت کے بھی ہیں انسانوں کا جمع ہونا ہی حقیقت میں اجتماعیت ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جذبات واحساسات ہی ایک انسان کو دوسرے انسان سے جوڑتے ہیں یا کچھ دوسرے اسباب وعلل بھی ہیں۔ کائنات کے نظام پر سرسری نگاہ ڈالنے سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ انسان کی محدود صلاحیت اور دوسری طرف اسکی بقا کے لئے ناگزیر لامحدود ضروریات اسکو دوسروں کی مدد لینے اور انکے ساتھ مل جُل کر رہنے اور مشترک مقاصد کے لئے کام کرنے پر مجبور کرتے ہیں لہذا اجتماعیت انسان کی فطری طلب ہے

اسلام اور انسانی فطرت

بحثیت مسلمان اگر ہم غور کریں تو ہمیں اسلام کی تعلیمات کا یہ رخ بہت واضح طور پر سامنے نظر آتا ہے کہ اسلام انسانی فطرت کے ہر مطالبہ کو انتہائی خوبصورتی سے پورا کرتا ہے۔ اسلام کا نظامِ اخلاقیات ہو یا عبادات معاملات ہو یا سیاسیات اس میں انسانی فطری ضروریات واحساسات کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ اسی لئے اسلام کو دینِ فطرت کہا گیا۔ قرآن مجید میں ہے۔

''ہر طرف سے کٹ کر اپنے رخ کو اس دین کی طرف سیدھا کر لو اللہ کی بنائی ہوئی اس فطرت کی پیروی کرو۔ جس پر اس نے تم کو پیدا کیا۔ (سورہ الروم۔30)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا!

''کوئی بچہ نہیں جو فطرت اسلام پر نہ پیدا کیا گیا ہو لیکن (اکثر و بیشتر ہوتا یہ ہے کہ) اس کے والدین اسے یہودی یا

نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہے''۔(بخاری)

اسلام انسان کی فطرت کی آواز ہے۔ اور اگر وہ اس آواز کو دبا دیتا ہے یا انکار کرتا ہے تو کفر کرتا ہے۔ آیئے اب ہم اس موضوع پر ذرا تفصیل سے غور کرتے ہیں۔

اسلام کا نظامِ عبادات

یہ بات عام مشاہدے سے ثابت ہے کہ انسان جس قدر دل کی توجہ اور لگن سے عبادت تنہائی میں کرسکتا ہے اتنے انہماک سے مجموعے میں نہیں کرسکتا لیکن اسی اجتماعیت کے مطالبے کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کو دن میں پانچ مرتبہ نماز باجماعت پڑھنے کیلئے بلایا گیا اور اس کا حکم شدت سے دیا گیا مندرجہ ذیل احادیث اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

''نماز باجماعت کا ثواب اس نماز کے مقابلے میں ستائیس گنا ہے جو اکیلے پڑھی گئی ہو۔(بخاری)

نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کے بارے میں جو کسی عذر کے بغیر نماز باجماعت سے غیر حاضر تھے۔ فرمایا:

''میرا ارادہ ہوتا ہے کہ کسی کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کیلئے مقرر کردوں۔ پھر ان لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے۔ اور حکم دوں کہ لکڑیوں کے گٹھڑ ڈال کر ان کے سمیت ان کے گھروں کو پھونک دیا جائے۔(ابن ماجہ)

اور دوسری طرف اس عبادت کے طریقہ ادائیگی کو اس نے حکومتی نظام سے وابستہ کر دیا ہے۔ جو اجتماعیت کی کامل ترین شکل ہے (حدیثِ مذکورہ حکم دوں سے صاف پتا چلتا ہے کہ اقامتِ صلاۃ کی ذمہ داری حکومت کی ہے جو بذورِ اُسکو نافذ کرنے کی مجاز ہے)۔

اور انفرادی لگن کا مطالبہ نوافل کی شکل میں پورا کیا گیا۔

رمضان:۔ میں روزے کی عبادت ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے ایک ہی مہینے میں لازم کی گئی' روزہ رکھنے اور افطار کرنے کے لئے ایک ہی وقت رکھا گیا۔ اس طرح ایک اجتماعی ماحول بنایا گیا۔

زکوٰۃ:۔ دنیا کے مذاہب انسان کی معاش سے کوئی سروکار نہیں رکھتے لیکن اسلام نے انسان کی اس فطری ضرورت کا بھی خیال رکھا۔ حدیث شریف میں آیا۔

''اللہ نے مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جاتی ہے اور ان کے ضرورت مندروں پر لوٹا (کر بانٹ) دی جاتی ہے''(مسلم)

اس عبادت کی ادائیگی کو بھی اجتماعیت سے منسلک کیا گیا ہے۔ اول تو اس کے مقاصد میں سارے معاشرے سے محبت و ہمدردی شامل ہے جو صالح اجتماعیت کا سب سے اہم جزو ہے۔

حج:۔حج کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کے مسلمان اس گھر کا (قصد کریں اور حاضری دیں) جو توحید کا مرکز ہے۔حج کا رکن اعظم میدان عرفات کی حاضری ہے۔یہاں دنیا کے گوشے گوشے سے سب ایک وقت میں اس میدان میں حاضر ہوتے ہیں اجتماعیت کا سب سے عظیم مظہر ہوتا ہے مسلمان آتے ہیں خطبہ حج سنتے ہیں۔جو کہ امیر حج دیتا ہے جو شخص عرفات میں حاضر نہ ہوسکا اس کا حج نہ ہوا چاہے باقی سارے مراسم اس نے کتنی ہی خوبصورتی سے ادا کئے ہوں۔بظاہر اس اجتماع سے انسان کے تعلق باللہ میں کمی کے امکان بھی ہیں لیکن شریعت کہتی ہے کہ اجتماع کے بغیر حج نہیں ہوسکتا اور یہ ایک مسلمان کا فطری مطالبہ بھی ہے کہ اس کو پتہ چلے دنیا کے کس کس کونے میں اس دین کے ماننے والے رہتے بستے ہیں جو اس دین و معاشرت پر چلنے والے ہیں۔

اخلاق ومعاملات

اخلاق ومعاملات ہی وہ چیز ہے جہاں آ کر انسان کے ایمان اور اس کی عبادات کا امتحان ہوتا ہے جہاں ایک انسان براہِ راست دوسرے انسان سے تعلق استوار کرتا ہے۔اسلام ایک فطری طریقے سے اجتماعیت کی پرداخت کرتا ہے۔ وہ انسان کے اندر موجود تمام خواہشات کا احترام کرتا ہے انسان کے اندر کھانے پینے کی' جسمانی آرام وسکون کی' بقائے نسل کی' بیوی بچوں کی پرورش ونگہداشت کی' احباب کی خاطر مدارات کی' چاہنے کی اور چاہے جانے کی فطری خواہشات موجود ہیں اسی طرح وہ غم وغصہ' نفرت ومحبت' جنگ' شہوت' احساس غم وخوشی کی قوتیں لیکر پیدا ہوا ہے۔بظاہر یہ سب چیزیں دینداری سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتیں۔لیکن اسلام ان سب کو نہ صرف ان کا جائز مقام دیتا ہے۔بلکہ ان کے مطالبات جائز طریقے سے ادا کرنے کو بھی عین عبادت قرار دیتا ہے۔

نکاح کرنا دین کا تقاضا ہے اور اس سے اعتراض کرنے والا رسول خدا ﷺ سے تعلق رکھنے کا مستحق نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا''نکاح میری سنت ہے پس جس نے اس سے منہ موڑا وہ ہم میں سے نہیں''۔(بخاری)

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا''جس نے اللہ کیلئے محبت کی اور اللہ کیلئے نفرت کی اور اللہ کیلئے دیا اور اللہ کیلئے منع کیا اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔''(ابوداؤد)

ایک مومن کے دوسرے مومن پر چھ حق ہیں۔

(1) سلام کرے تو جواب دے۔

(2) دعوت دے تو قبول کرے۔

(3) بیمار ہوجائے تو عیادت کرے۔

(4) مرجائے تو جنازہ کے ساتھ جائے۔

(5) چھینکے اور الحمد للہ کہے تو جواب دے اور کہے یرحمک اللہ

(6) اور جب وہ تجھ سے نصیحت چاہے تو اسے نصیحت کر (مسلم)

اب تک جتنے پہلوؤں سے ہم نے جائزہ لیا۔ اسلام کو اجتماعیت کی ترغیب دیتا ہوا پایا۔

اب قران وسنت کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کیا اسلام ہمیں صرف فرد ہی کی حیثیت سے بلاتا اور احکامات دیتا ہے یا اسنے ہماری ایک اجتماعی حیثیت بھی مقرر کی ہے اور اس حیثیت میں بھی ہم سے مخاطب ہوا ہے اور اگر مخاطب ہوا تو کیا معاملہ صرف ترغیب تک محدود ہے یا اس سے آگے بڑھ کر حکما بھی کہا گیا ہے۔

''اے ایمان والو...... اور تم سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور الگ الگ نہ رہو' (آل عمران (102-103)

الگ الگ نہ رہو یعنی باہم جڑے رہو مگر کس معیار سے۔

''جماعت کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہو اور انتشار سے پوری طرح الگ رہو۔'' (ترمیذی)

''میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ (1) جماعتی زندگی کا (2) سمع (یعنی احکام امیر سننے) کا (3) طاعت (یعنی احکام ماننے) کا (4) ہجرت کا (5) اور جہاد فی سبیل اللہ کا'' (احمد وترمیذی)

قرآن اور حدیث سے معلوم ہوا کہ جس جماعتی زندگی کا حکم اسلام نے دیا ہے وہ کوئی ڈھیلی ڈھالی جماعتی زندگی نہیں ہے جس کو صرف اخلاقی رشتوں سے باندھا گیا ہو بلکہ ایک ایسی متحد' منتظم' اور مضبوط جماعتی زندگی ہے جس کو سمع وطاعت (سننے اور ماننے) کے آہنی تاروں سے بھی پوری طرح جکڑ دیا گیا ہو۔

پھر یہی نہیں کہ جماعت کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رہنے اور جماعتی زندگی بسر کرنے کا یہ ایک لازمی حکم ہے۔ بلکہ اس کی خلاف ورزی میں نہ ایمان کی خیر ہے اور نہ اسلام سے رشتہ قائم رہ سکتا ہے چنانچہ مزید ارشاد ہوتا ہے۔

''جو شخص الجماعتہ سے بالشت بھر بھی الگ ہو رہا' کوئی شک نہیں کہ اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال پھینکا۔ الا یہ کہ جماعتی زندگی کی طرف لوٹ آئیں'' (احمد وترمذی)

جو کوئی امام المسلمین کی اطاعت سے کنارہ کشی اختیار کریگا۔ جماعتِ المسلمین سے الگ ہو رہے گا اور اسی حال میں مرجائیگا۔ اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔'' (مسلم)

جس طرح مسلمانوں کا الجماعتہ سے اپنا جڑا ہوا رشتہ کاٹ لینا ایمان کے منافی ہے اسی طرح اس اجتماعیت سے نہ جڑنا بھی دینی حیثیت سے انتہائی خطرناک حالت ہے۔

جو شخص اس حال میں مرجائے کہ اس کی گردن میں امام المسلمین کی بیعت کا قلادہ نہ ہو۔ اس کی موت جاہلیت کی موت

ہوگی۔

پیارے رسول کا فرمان ہے کہ ''ایک شب و روز کی سرحدوں کی حفاظت ایک مہینے کے مسلسل روزوں اور نمازوں سے بھی افضل ہے اور اگر اسی دوران میں کسی کی وفات ہو جائے تو اس کا وہ عمل نیک جسے وہ اپنی زندگی میں انجام دیا کرتا تھا۔ برابر انجام پاتا ہوا شمار کیا جائے گا اور اسے اسکا رزق ملتا رہے گا۔ نیز وہ فتنے میں ڈالنے والوں سے مامون رہے گا۔''

اسی طرح اس نظم کی اطاعت کو ایمان کی ایک ضروری علامت بنایا گیا ہے۔ اور اصحابِ امر (ذمہ دارانِ اجتماعیت یا نظم) کی فرمانبرداری کو اللہ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری قرار دیا گیا ہے۔

پیارے نبی ﷺ نے فرمایا۔

''جس نے امیر کی فرمانبرداری کی اس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔'' (مسلم)

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔

''یہ حیدیثیں اس امر کی تاکید کے بارے میں آئی ہیں کہ اولوالامر کے احکام ہر حال میں سنے اور مانے جائیں اور ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کا اتحاد برقرار رہے۔ کیونکہ اختلاف (انتشار) ان کے لئے دینی و دنیوی دونوں قسم کی خرابی احوال کا موجب ہے''

معاشرتی زندگی

اسلام کی یہ خوبصورتی ہے کہ وہ فرد اور معاشرے میں انتہائی ربط و اعتدل برقرار رکھتا ہے۔ اجتماعیت انفرادیت کو کھونے نہیں دیتی اور انفرادیت کی خاطر اجتماعیت قربان نہیں کی جاتی۔

اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ حکومتی زندگی کے باہر بھی اجتماعیت نظر آتی ہے۔ فرد جہاں اپنے معاملات معاشرے میں نبھا رہا ہے وہاں بھی ایک منظم اجتماعیت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ا۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔

''ایسے تین آدمیوں کیلئے جو کسی بیابان میں ہوں۔ جائز صرف یہ بات ہے کہ وہ اپنے میں سے ایک کو اپنا امیر بنا کر رہیں۔'' (منتقی)

یہ ارشاد نبوی ﷺ...... ہے کہ اگر تین مسلمان بھی کسی جگہ ہوں۔ حتیٰ کہ اگر وہ کسی الگ تھلگ مقام پر اور سنسان بیابان ہی میں کیوں نہ آباد ہوں۔ تو بھی ضروری ہے کہ ان میں سے ایک امیر ہو اور باقی دو اس کے ماتحت۔ اس اجتماعیت اور تنظیم کے بغیر ان کی زندگی اسلامی زندگی نہ ہوگی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے ''جب ہم میں سے تین آدمی سفر کیلئے نکلیں تو چاہیئے کہ ایک کو اپنا امیر بنالیں۔'' (ابوداؤد)

یعنی ایک مسلمان کیلئے ہدایت یہ ہے کہ مدت سفر جیسا عارضی وقت بھی نظم وامر کے بغیر نہ گزارے۔ اگر تین اشخاص بھی ایک ساتھ سفر کررہے ہیں تو اسلامی مزاج کے بالکل خلاف ہوگا اگر انہوں نے اپنے میں سے ایک امیر سفر نہ بنالیا ہو۔

حضرت ابو تعلبہ ...... کہتے ہیں کہ لوگوں کی عادت تھی کہ سفر کے دوران جب پڑاؤ ڈالتے تو ادھر ادھر پھیل کر اپنی اپنی پسند کی جگہیں ٹھہرنے کیلئے منتخب کرلیتے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ صورتحال دیکھی تو ایک بار سرزنش کی۔

''تمہارا اس طرح مختلف گھاٹیوں اور میدانوں میں منتشر رہنا صرف شیطان کی وجہ سے ہے'' (ابوداؤد)

اس تنبیہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ پھر کبھی اس طرح منتشر نہ ہوئے۔ اور جب کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو ایک دوسرے سے بالکل لگ کر ٹھہرتے حتیٰ کہ خیال ہوتا کہ اگر انہیں ڈھکا جائے تو ایک ہی کپڑے کے نیچے سب آجائیں گے۔

ایک صحابی کسی گھاٹی سے گذر رہے تھے۔ وہاں انہیں میٹھے پانی کا ایک چشمہ نظر آیا جو انہیں بہت بھایا۔ دل نے کہا کاش آبادی چھوڑ کر وہیں آبستا۔ اس خواہش کو لے کر حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور اجازت طلب کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ایسا نہ کرو کیونکہ اللہ کی راہ میں تمہارا کھڑا رہنا گھر کے اندر پڑھی جانے والی تمہاری ستر برس کی نمازوں سے بھی افضل ہے'' (ترمذی)

یعنی اجتماعی زندگی کو چھوڑ کر تنہائی کی زندگی گزارنے میں چاہے جو بھی دینی اور دنیوی فائدے نظر آئے ہوں لیکن اسلام اپنے پیروؤں کو ادھر جانے اور اجتماعیت سے کٹ کر رہنے کی اجازت نہیں دیتا۔

یہ ہے اجتماعیت کے نقطۂ نگاہ سے اسلامی تعلیمات کے مختلف شعبوں کا جائزہ اس جائزے کے بعد یہ کہنا کسی طرح غلط نہ ہوگا کہ اسلام میں اجتماعیت کا جو مقام ہے اس کی مثال کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔

اجتماعیت کیوں؟

غیر اجتماعی زندگی کے نقصانات

ہمارا اب تک کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ اجتماعیت کا اسلام میں وہی مقام ہے جو پانی کا مچھلی کی زندگی میں ہے۔ لیکن آخر ایسا کیوں ہے؟ آخر اسلام نے اجتماعیت کو ایسی غیر معمولی اہمیت کیوں دے رکھی ہے؟ وہ اپنے پیروؤں کو جماعتی زندگی بسر کرنے پر کیوں اصرار کرتا ہے؟ وہ اس جماعتی نظام کے سربراہ کی اطاعت کو اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت اور اس کی نافرمانی کو اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کیوں قرار دیتا ہے؟ وہ الجماعۃ سے بالشت بھر دور شخص کی گردن سے اپنا حلقہ کیوں نکال لیتا ہے؟ اسلام چونکہ دین فطرت ہے۔ لہذا یقیناً اس اجتماعیت کا کردار اتنا زبردست ہوگا اور یہ دین وایمان کے لئے

کوئی بہت بڑی خدمت انجام دیتی ہوگی۔ ورنہ اسلام کا یہ مطالبہ غیر فطری ہوگا۔ اس بات کیلئے جب ہم قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں اس کا جو جواب ملتا ہے وہ یہ ہے۔

جماعت سے چمٹے رہو۔ کیونکہ بھیڑیا اس بکری کو کھا جاتا ہے۔ جو گلے سے دور نکل جاتی ہے۔'' (مسند احمد)

'یعنی اجتماعیت ہی ایمانی زندگی کی حفاظت کرسکتی ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو تو مسلمان اسلام کے مقابلے میں شیطان سے زیادہ قریب ہوتا ہے لیکن آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کیوں ایک تنہا مسلمان اپنے دین کی حفاظت نہیں کرسکتا۔ اس کی تین وجوہات ہیں۔

ماحول کے اثرات

اس چیز کا مشاہدہ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں نہایت آسانی سے کرسکتے ہیں۔ اگر ہم کسی ایسی سوسائٹی میں رہتے ھیں جس میں لوگ ایک دوسرے کو نیکیوں کیلئے آمادہ کرتے ہوں برائیوں سے روکتے ہوں۔ وہاں یقینا نیکیاں کرنا یا دوسرے معنوں میں اسلام پر چلنا آسان ہوگا۔ اس کی سادہ سی مثال رمضان کا مہینہ ہے جب کہ ہر فرد کیلئے روزہ چھوڑنے کے مقابلہ میں روزہ رکھنا زیادہ آسان ہوتا ہے یا ہم ایسے معاشرے میں رہ رہے ہوں جہاں نماز کیلئے کاروبار زندگی بند ہو جاتا ہو تو وہاں نماز پڑھنے کے مقابلے میں چھوڑنا زیادہ مشکل ہو جاتا ہے بس اسلامی اجتماعیت اسی طرح ہر نیکی کے معاملے میں معاون و مددگار رہوتی ہے۔ اس کے بغیر اسلام پر عمل کرنا ایک پہاڑ پر چڑھنے کے مترادف ہوگا۔

دین کا نامکمل رہ جانا

اسلامی اجتماعیت سے محروم معاشرے میں مسلمان ایک حد تک ضرور اسلام سے دور ہو جاتا ہے اور یہ انتہائی مشکل ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے تقاضوں کو مکمل طور پر پورا کرسکیں اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ اس کی بنائی ہوئی اس دنیا میں اس کا دین غالب ہو اور اقامت دین کی یہ ذمہ داری اجتماعیت سے جوڑے بغیر پوری کی ہی نہیں جاسکتی حتا کہ روزہ ،نماز، حتیٰ کہ زکوۃ اور حج جیسی عبادات بھی وہ اس طرح ادا نہیں کرسکتا جس طرح اسلام اس سے مطالبہ کرتا ہے مثال کے طور پر اگر کسی معاشرے میں زکوۃ وصول کرنے اور تقسیم کرنے کا کام ایک منظم اجتماعیت کے بغیر کیا جائے تو وسائل ہونے کے باوجود کئی ضرورت مند ایسے ہونگے جن کی ضرورت پوری نہ ہوسکے گی۔ ایک اجتماعی ماحول میں غریبوں کی دادرسی اور رفائے عامہ کے دیگر کام بھرپور انداز میں کیئے جاتے ہیں اور نیکی کے دوسرے کاموں کی ترغیب بھی اس ماحول میں زیادہ ہوتی ہے مسلمانوں کی سماجی زندگی میں اجتماعیت کے نہ ہونے سے زندگی کے مختلف شعبوں میں سے نا صرف اسلام

رخصت ہوجاتا ہے بلکہ غیر اسلام داخل بھی ہوجاتا ہے ہمارے اطراف غیر اسلامی رسوم و رواج، غیر اسلامی تہوار (بسنت، valentine) ایک مربوط اجتماعی نظام نہ ہونے کے باعث مسلمانوں کی زندگی میں رواج پاچکے ہیں۔

(ا) حقوق اللہ: وہ حقوق اللہ پوری طرح ادانہیں کرسکے گا۔شہادت حق' جہاد فی سبیل اللہ یہاں تک کہ روزہ ۔نماز، زکوۃ اور حج جیسے فرائض بھی وہ اسطرح نہیں ادکرسکتا جس طرح اسلام اس سے مطالبہ کرتا ہے۔مثلاً زکوۃ کا نظام نہ ہونے کی صورت میں بہت سے ضرورت مند ایسے معاشرے میں ہونگے جن تک یہ نہ پہنچ سکے گی۔

(ب) حقوق العباد: یہی حال بندوں کے حقوق کا بھی ہوگا۔کسی بھوکے کو کھانا کھلانا' مریض کی عیادت کرنا' اجتماعی زندگی کی غیر موجودگی میں نہ ہوسکیں گے اور جتنا جتنا ایک مسلمان اجتماعیت سے دور رہوگا اتنی اتنی ان میں کمی ہوتی جائیگی۔

جہاں تک مسلمان کی سماجی زندگی کا تعلق ہے تو اس پر اس اجتماعیت کے نہ ہونے کا بہت برا اور گہرا اثر پڑتا ہے کیونکہ ایسی حالت میں اس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے نہ صرف یہ کہ اسلام رخصت ہوجاتا ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر غیر اسلام داخل ہوجاتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہاں جہاں اسلام کی تعلیمات کے ہوتے ہوئے ایک مسلمان ان پر عمل نہیں کررہا بلکہ ان کے مقابلے میں کسی اور چیز پر عمل کررہا ہے دہاں وہاں اس کا دین ناقص ہوجاتا ہے۔

اس کے لئے ہم اپنے اطراف پھیلی ہوئی رسوم ورواج (شادی' موت) غیر اسلامی تہواروں (بسنت' valentine وغیرہ) کی مثالیں دیکھ سکتے ہیں۔

دینی حس کا زوال

ہمارا روز کا تجزیہ اور مشاہدہ ہمیں یہ بات بتاتا ہے کہ جب ایک شخص کو کسی غلاظت کے ڈھیر میں چھوڑا جائے تو جاتے ہی اس کا یہ احساس شدید ہوتا ہے کہ وہ کسی خراب جگہ پر ہے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ اس کا عادی ہوتا جاتا ہے اور کوئی باہر سے آنے والا ہی اس کو یہ احساس دلاتا ہے کہ تم کسی گندگی کی ڈھیر پر بیٹھے ہو۔ بالکل یہی صورتحال اس مسلمان کے ساتھ پیش آتی ہے جو کہ ایک ایسے معاشرے میں رہ رہا ہو جس میں اقتدار باطل کو حاصل ہو یعنی حاکم اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے بجائے کوئی اور ہو اور جہاں زندگی کے معاملات میں آخری فیصلہ کا اختیار بجائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کسی بھی دوسرے شخص یا نظام کو حاصل ہو۔ ابتدا میں مسلمان اس صورتحال سے گھبرائے گا۔ آہستہ آہستہ ذہن اس کا عادی ہوتا چلا جائے گا۔ غیرت مایوسی میں بدل جائے گی۔ پھر دینی حمیت ختم ہوگی اور اس نظام سے عملی مخالفت ختم ہوجائے گی۔ طبعیت مانوس ہوجائے گی اور پھر آخری مرحلہ وہ ہوگا کہ مسلمان خود اس نظام کا وکیل بن جائے۔ اور اس کی ہر خرابی اسے خوبی نظر آنے لگے گی۔

اسلامی اجتماعیت سے محروم زندگی گزارنے والے مسلمان کی دینی حس پر شیطان مسلسل چوٹیں لگا تار ہتا ہے اور رفتہ رفتہ اس

پر سکتے اور پھر موت کی حالت طاری کر دیتا ہے۔اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ”جماعت“ سے الگ یا محروم رہنے والے کو شیطان کے بے بس شکار سے تاویل دی ہے۔

اجتماعی زندگی کے فوائد

اگر غیر اجتماعی زندگی ایسے نقصانات ظہور میں لاتی ہے تو دوسری طرف ہمیں اجتماعی زندگی کے ثمرات دیکھنے کی بھی ضرورت ہے۔نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے”جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔“(ترمذی)

یعنی اجتماعی زندگی ہی وہ زندگی ہے جس میں مسلمان اللہ کی مدد اور خوشنودی کا حق دار بنتا ہے ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ وہ تمام نقصانات جن کا بھی تذکرہ کیا گیا ان سے مسلمان نہ صرف یہ کہ محفوظ رہتا ہے بلکہ ایک اسلامی اجتماعیت میں اس کو ایک سازگار ماحول میسر آتا ہے جس سے نیکی پروان چڑھتی اور برائی کا انسداد ہوتا ہے۔اس کی دینی حمیت اور غیرت میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ چھوٹی سے چھوٹی برائی کا بھی روادار نہیں رہتا اور اسلام پر کامل طریقہ سے عمل کر کے ایسا مسلمان بننے کی طرف پیش قدمی کرتا ہے جس کی زندگی کا مقصد محض رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے کیونکہ اجتماعیت کا جز بنے بنانے اور مستقل اس کا جز بنے رہنے کے لئے صرف اور صرف یہی لازمی شرط ہے۔

اس ایمان کے بغیر کوئی شخص اس جماعت کا کارکن نہیں بن سکتا نہ اسے کارکن بنایا جاسکتا ہے اور جس کے اندر یہ صفاتِ ایمان اور تقویٰ جتنی ،مضبوط اور گہری ہوگی وہ اس اجتماعیت کا اتنا ہی اچھا کارکن ہوگا اور جس حد تک اس میں کمی ہوتی جائیگی اتنی اتنی اس کی اس اجتماعیت سے وابستگی ناپائیدار اور ناقابل اعتماد ہوگی۔

مثال کے طور پر جس طرح ایک بچہ اسکول میں داخل ہوجانے کے بعد مسلسل محنت اور جدوجہد چاہتا ہے اور سال بہ سال ایک نئی جماعت میں بلندی کی طرف جاتا ہے اسی طرح اس اجتماعیت میں آجانے والے افراد کی مسلسل تربیت کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اُنکو کتاب وحکمت کی تعلیم دی جائے اور ایسا کرنا حقیقی معنوں میں اسلامی اجتماعیت کے قیام کے لیئے ناگزیر ہے یہ عمل اجتماعیت کو بھی مضبوط کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ انفرادی تقویٰ کو پروان چڑھانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

اسلامی اجتماعیت کیا' کیوں' کیسے؟

نصب العین اور مقصد

جہاں انسانوں کی کوئی تنظیم تشکیل پاتی ہے تو یہ بتایا جاتا ہے کہ اس تنظیم کے مقاصد کیا ہیں اور اس کے بعد یہ کہ ان کے حصول کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ جس قدر مقصد عظیم ہوگا اور نصب العین واضح ہوگا اور طریقہ کار واضح کیا ہوگا اتنے ہی تنظیم کی کامیابی کے امکانات روشن ہوتے جائیں گے۔

اسی لئے عقل یہ کہتی ہے کہ اسلام نے اپنے پیرووں کو جو اجتماعیت سے جڑے رہنے کی اتنی تاکید کی ہے۔

تو اس کا مطالبہ ہرگز بھی اجتماعیت برائے اجتماعیت' یا تنظیم برائے تنظیم نہیں ہوسکتا۔ اس اجتماعیت کے پیش نظر بھی یقیناً ایک مقصد کا حصول ہوگا اور یہ مقصد ہی اس بات کو طے کریگا کہ یہ اجتماعیت اسلامی ہے یا نہیں۔ اگر تنظیم بنانے والے اور اجتماعیت میں آنے والے سب مسلمان بھی ہوں تب بھی یہ دیکھا جائے گا کہ وہ اس اجتماعیت سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر یہ مقصد اسلامی اجتماعیت کے اصل مقاصد سے ہٹ کر ہے تو اس اجتماعیت کو ختم کرنا افضل ہے۔ کسی بھی اسلامی اجتماعیت کا مقصد وجود دراصل وہ ہوگا جو کہ خود اس امت کا مقصدِ وجود ہے۔ جس کیلئے اس امت کو برپا کیا گیا۔ اور وہ ہے۔

''اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک بہتر امت بنایا تاکہ تم دوسرے تمام لوگوں پر (حق کے) گواہ بن جاؤ۔''
(بقرہ ۱۴۳)

''تم ایک بہترین امت ہو۔ جسے دوسرے سارے انسانوں کیلئے برپا کیا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔'' (آل عمران۔ ۱۱۰)

''اس نے تمہارے لئے وہ دین مقرر فرمایا ہے جس کی تلقین اس نے نوحؑ کو کی تھی اور جس کی وحی (اے محمد ﷺ) ہم نے تم پر کی ہے۔ اس (ہدایت کے ساتھ) کہ تم اس دین کو قائم کرو۔ (سورۃ شوریٰ)

شہادتِ حق' امر بالمعروف و نہی المنکر اور اقامتِ دین' دراصل ایک ہی بات کے ۳ مختلف پہلو ہیں۔ اور ان تینوں آیات سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ وہ اصل مقصد جس کے لئے اس امت کو وجود میں لایا گیا اور ان کو ایک جماعت کی حیثیت سے پیش کیا گیا اصل میں اللہ کے دین کو قائم کرنا ہے۔

۔لہٰذا اب یہ بات طے ہو چکی ہے کہ مسلمان اگر کسی اور مقصد سے اکھٹے ہونگے اور ایک منظم اجتماعیت قائم کرینگے تو وہ دین کی روح کے خلاف ہوگا بالکل اسی طرح جیسے مسلمانوں کا بغیر اجتماعیت کے رہنا غیر مطلوب ہے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی چیز ہے جسکے لیئے باہم جڑنے کا حکم قرآن مجید ہم کو دیتا ہے۔

''تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاؤ''۔(سورہ العمران)

دور نبوت ﷺ کی طرف چلیں تو پتہ چلتا ہے کہ دنیا کے کسی بھی ملک میں رہنے والا' کوئی بھی بولی بولنے والا۔ کسی بھی رنگت کا انسان جب اللہ کے دین کی طرف آتا تھا تو وہ اسلامی اجتماعیت کا کارکن بن جاتا تھا۔ اس امت میں کسی جتھ بندی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

''اور جس نے جاہلیت کی پکار پر لوگوں کو بلایا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اگر چہ روزے رکھتا ہو' نمازیں پڑھتا ہو اور اپنے کو مسلمان سمجھتا ہو۔'' (احمد و ترمذی)

جاہلیت بمقابلہ اسلام

جاہلیت اور اسلام ایک دوسرے کی ضد ہیں جس طرح شرک توحید کی ضد ہے۔ لہٰذا ہر وہ پکار جاہلیت کی پکار ہوگی جس کا جواز قرآن اور حدیث سے نہ ملتا ہو۔ اسلام نے مسلمان کو اجتماعی زندگی بسر کرنے کی تلقین کی ہے اب اگر کوئی اسے غیر اجتماعی زندگی کی طرف دعوت دے تو وہ جاہلیت کی پکار ہوگی۔ اسی طرح اگر پکارنے والا مسلمانوں کو کسی رنگ' نسل' زبان' قومیت' علاقے یا خاندان کے نام پر پکارتا ہے تو وہ جاہلیت کی پکار ہے۔ ہر عصبیت کی پکار جاہلیت کی پکار ہے۔

خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا!

''نہیں ہے وہ ہم میں سے جس نے کسی کو عصبیت کی طرف بلایا'' (ابو دواد)

یہ حدیث شریف اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلام اور کسی عصبیت کی طرف دعوت یہ دونوں اکھٹے نہیں ہو سکتے چاہے بلانے والے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ غزوہ نبی مصطلق کے موقع پر ایک انصار اور ایک مہاجر کا جھگڑا ہو گیا اور دونوں نے یا انصار اور یا مہاجر کہہ کر لوگوں کو جمع کرنا چاہا۔ نبی کریم ﷺ کے کانوں تک جب یہ الفاظ پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

''یہ کیا جاہلیت کی پکار تھی؟ دور رہو اس سے کیونکہ یہ بڑی گندی چیز ہے'' (بخاری)

بلانے والے نے گندگی کی طرف بلایا اور اگر جواب دینے والا اس پکار پر لبیک کہتا ہے تو وہ بھی جنت کا حقدار نہیں ہے۔

لہٰذا فوراً ایک دوسری وعید پیارے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے آتی ہے۔

''نہیں ہے وہ ہم میں سے جس نے کسی عصبیت کے تحت جنگ کی اور نہیں ہے وہ ہم میں سے جس نے کسی عصبیت کی خاطر جان دی۔'' (ابو دواد)

غرض دین کے سوا دنیا کا کوئی تعلق ایسا نہیں ہے جس پر مسلمان اکٹھا ہو سکتے ہوں۔ یا انہیں اکٹھا ہونے کی اجازت ہو۔ یا وہ اکٹھا رہ سکتے ہوں۔ ایسی اجتماعیت اسلامی اجتماعیت نہیں ہوگی اور اس میں مسلمانوں کیلئے کوئی خیر نہیں ہوگی۔

طریقہ کار

اب آخری سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اجتماعیت کو وجود میں لانے کا طریقہ کار کیا ہوگا اور یہ کیسے چلے گا سورۃ آل عمران میں اجتماعی زندگی گذارنے کے احکام سے پہلے قرآن پاک یہ ہدایت دیتا ہے۔

''اے ایمان والو! اللہ کا ٹھیک تقویٰ اختیار کرو اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مومن ہو۔'' (آل عمران ۱۰۲)

یعنی اگر لوگوں کو جوڑنے اور باہم جڑا رکھنے والی چیز اللہ کی رسی ہوگی تو وہ لوگ جو اس سے جوڑے جائینگے وہ ہونگے جو واقعی ایمان والے ہونگے اور تقویٰ ان کے سینوں میں گھر کیئے ہوئے ہوگا۔ اس اجتماعیت کا جزو بننے جزو بنانے اور جزو باقی رہنے کی صرف اور صرف یہی لازمی شرط ہے اس ایمان کے بغیر کوئی شخص اس جماعت کا رکن نہیں بن سکتا نہ اسے رکن بنایا جا سکتا ہے اور جس کے اندر یہ صفت ایمان اور تقویٰ جتنی پکی، مضبوط اور گہری ہوگی وہ اس اجتماعیت کا اتنا ہی اچھا کارکن ہوگا اور جتنی اس میں کمی ہوتی جائیگی اتنی اتنی اس کی اس اجتماعیت سے وابستگی ناپائیدار اور ناقابل اعتماد ہوگی۔

☆☆☆☆☆☆

اسلامی اجتماعیت کی خصوصیات

جس طرح ایک گھر کے معمولی یونٹ کو چلانے کیلیئے ایک سربراہ اور کچھ ماتحت چاہیئے ہوتے ہیں ایک اسکول کو چلانے کیلیئے ایک پرنسپل اور کچھ طلباء چاہیئے ہوتے ہیں

اسی طرح ایک جماعت کو چلانے کیلیئے ایک امیر اور ماتحتوں کی ضرورت ہوتی ہے امیر کی اطاعت کے بارے میں قرآن کا فرمان ہے۔

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور اپنے میں سے اصحاب امر کی'' (نساء ۵۹)

حضرت عمر فاروقؓ کا بیان ہے کہ

جماعت کے بغیر اسلام اسلام نہیں اور امارت کے بغیر جماعت جماعت نہیں (جامع بین العلم)

نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ''میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ (احمد و ترمذی)

(۱) جماعتی زندگی کا (۲) سمع کا (۳) اطاعت کا (۴) ہجرت کا (۵) جہاد کا

اس میں سے سمع اور اطاعت بغیر امیر کے ممکن ہی نہیں ہیں۔ یہ اطاعت کس حد تک ہے کس وقت تک ہے کس کس پہلو سے ہے اور کہاں جا کر ختم ہو جاتی ہے اس کے لئے بھی ہمیں قرآن و حدیث کی طرف ہی دیکھنا پڑیگا۔

حدیث رسول ﷺ ہے ''اگر کوئی ایسا غلام بھی تمہارا امیر بنا دیا جائے جس کے اعضاء کٹے ہوئے ہوں لیکن وہ قانون الٰہی کے مطابق تمہاری سرداری کرے تو اس کی سنو اور اطاعت کرو۔ (مسلم)

''اللہ کی معصیت والے کام میں کسی کی اطاعت نہیں اطاعت صرف معروف میں ہوگی۔'' (مسلم)

یعنی اطاعت کی شرط یہ ہے کہ حکم معروف کا دیا گیا ہو نہ کہ کسی منکر کا۔ منکر اور برائی کا حکم لازماً روکا جائے گا۔

سمع و اطاعت

جو اطاعت اسلام کو مطلوب ہے اور جو اطاعت امر سے بڑھ کر اطاعت اللہ و رسول اللہ ﷺ بن جاتی ہے۔ وہ ہرگز افراد کی مرضی، پسند ناپسند، پر موقوف نہیں ہو سکتی۔ اسکو لازماً ہر چیز سے بلند رکھنا پڑیگا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں ''ہمیں نبی ﷺ نے بلایا اور آپؐ نے ہم سے بیعت لی تو ان باتوں میں جن کا ہم سے آپؐ نے عہد لیا یہ بات بھی شامل تھی کہ ہم ہر حال میں چاہے ہمیں گوارا ہو یا ناگوار ہم تنگی کے عالم میں ہوں یا کشادگی کے عالم میں اپنے

امراء کے احکام سنیں گے اور ان کی اطاعت کرینگے اور اس وقت بھی ایسا کرینگے جبکہ ہمارے خلاف ترجیح برتی جارہی ہو"۔ (مسلم)۔

آنحضرت ؐ کا فرمان تو یہاں تک ہے کہ شوریٰ ومشاورت:۔ شورائی نظام اسلامی اجتماعیت کے لیے ناگزیر ہے اہم معاملات کے فیصلوں کے لئے امیر یا کسی بھی شخص کی ذاتی رائے کو بزور نافذ کرنا اسلام کا طریقہ نہیں۔ نبی ؐ کی زندگی سے ہمیں کئی واقعات ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ؐ نے اپنے صحابہ ؓ سے مشورے کئے جن میں غزوہ خندق میں خندق کھودنا اور غزوہ احد میں شہر سے باہر جا کر لڑائی کرنا شامل ہے۔ اور قرآن صاف طور پر یہ ہدایت دیتا نظر آتا ہے

وامرھم شوریٰ بینھم (شوریٰ)

اور ان کے آپس کے معاملات باہم مشورے سے طے پاتے ہیں

وشاورھم فی الامر (العمران)

احتساب ومحاسبہ

یہ خصوصیت کسی بھی اجتماعیت اور تنظیم کیلئے شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جہاں افراد ایک دوسرے پر اعتماد سے اور محبت کے ساتھ محاسبہ کر سکیں اسلام مسلسل ہمیں اس بات کی ترغیب دیتا ہے جس دن ایک تنظیم اور اجتماعیت میں یہ عمل ختم ہو جاتا ہے وہ اس کے زوال کا دن ہوتا ہے۔ اسلامی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ایک بوڑھی عورت سرِ راہ خلیفہ وقت عمر ؓ کو روک کر انکا محاسبہ کر لیتی ہے۔ اسلامی اجتماعیت کے اندر احتساب کے عمل میں کوئی بھی برائی نہیں ہے خواہ وہ وقت کا خلیفہ ہی کیوں نہ ہوں۔

اخوۃ

اسلام کو جو اجتماعیت مطلوب ہے وہ صرف قانونی نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کو دلوں کا اتحاد' عقیدے کا اتحاد' نظریہ کا اتحاد مطلوب ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک مومن دین سے محبت رکھے اور دین پر چلنے والوں سے محبت نہ رکھے۔ ایک منظم' طاقتور اجتماعیت اسوقت تک ظہور میں نہیں آسکتی جب تک جذبات' عزائم' عقیدہ ونظریہ کا حقیقی اتحاد نہ ہو یہ صرف جھوٹا رکھ رکھاؤ یا خود غرضانہ تعلق نہ ہو۔ ☆ حضرت ابو ہریرۃ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ

"بے شک دین خیر خواہی خداہی کا نام ہے۔ بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے' بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے"

صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول ؐ کس کی (خیر خواہی) آپ ؐ نے فرمایا کہ اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اسکے رسول ؐ کی اور مسلمانوں

کے حاکموں کی اور مسلمان عوام کی'' (مسلم)۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے (بخاری)

حضرت ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا'' ایک مومن دوسرے مومن کیلئے ایک عمارت کی مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوطی بخشتا ہے۔ (مسلم)

اس اسلامی اجتماعیت کی دعوت عمومی طور پر کل انسانیت کیلئے اور خصوصی طور پر مسلمانوں کیلئے ہے اور اس کا کلمہ ہے۔

ادخلوفی السلمِ کافۃ

داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے کے پورے

اپنی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہ ہو چاہے وہ معاشرتی ہو یا معاشی' سیاسی ہو یا اخلاقی جو کہ اللہ کی حاکمیت سے خالی ہو' دنیا میں اس اجتماعیت کا مشن انسانی زندگی پر اللہ کے قوانین کو جاری کرنا' تکمیل دین کرنا اور زمام کار اللہ کے باغی لوگوں کے ہاتھ سے چھین کر صالح لوگوں کو دینا ہوگا

امت کی موجودہ صورتحال

آج امت مسلمہ اپنی تاریخ کے بدترین دور سے گزر رہی ہے اس میں تفریق در تفریق ہے' چاروں طرف سے دشمن کی یلغار ہے ایسے میں ہر درد رکھنے والا دل یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کا کوئی ایسا اجتماعی نظم ہو جو امت کی رہنمائی کر سکے اس ابتلا و آزمائش سے اسکو نکال سکے یہودی و مغربی نفرتوں سے بچانے کی کوئی صورت کر سکے۔ گو کہ ہم ابھی دیکھ آئے ہیں کہ امت مسلمہ کیلئے منظم اجتماعی زندگی بالکل روح کی حیثیت رکھتی ہے جس کے بغیر یہ ایک بے جان جسم ہے لیکن یہ حقیقت بھی معلوم ہے کہ دنیا میں کوئی گروہ بھی ہمیشہ اپنی مطلوبہ حالت پر باقی نہیں رہ سکتا۔ اس لئے یہ ملت بھی ایسے حالات سے دو چار ہو سکتی ہے جبکہ اس کا اجتماعی نظم بکھر چکا ہو اور یہ عملاً افراد کی ایک بھیڑ بن گئی ہو۔ تو ایسی صورتحال میں افرادِ ملت کو کیا کرنا چاہئے؟ کیا انہیں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا اور اپنی کشتی کو تباہی کی طرف جاتے دیکھنا چاہئے یا اس بات کی اپنی سی کوشش کرنی چاہئے کہ اس نظم جماعت کو اپنی مقدور بھر قائم کیا جائے۔ کیونکہ تاریخی اعتبار سے یہ بات ثابت ہے کہ دنیا کا کوئی اجتماعی انقلاب کسی اجتماعی اور منظم کوشش کے بغیر برپا نہیں ہوا لہذا اگر ایک مضبوط اجتماعی نظام کے بغیر تنظیم ملت چلانے کی کوشش کی جائے گی تو وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے گی ان دیگر حالات میں امت مسلمہ کو جماعت کی نہیں الجماعۃ کی ضرورت

ہے ایسی جماعت جو صرف اللہ کی کتاب پر اور اسکے رسول کی سنت کے مطابق منظم ہو جسکا کام نہ صرف امت کے شیرازے کو مزید بکھرنے سے بچانا ہو بلکہ اسکو صحیح راہ پر گامزن کرتے ہوئے حق کا شاہد بننا، معروف کا حکم دینا، منکر سے روکنا اور خیر کامل کی طرف لوگوں کو بلاتے رہنا بھی ہو۔ تا کہ سلامتی کے جس نظام کی برکتوں سے وہ خود فیضیاب ہو اس کے سایہ تلے وہ پوری انسانیت کو بھی جمع کرلے اور یہ دنیا امن و آشتی کا گہوارا بن جائے کہ یہ ہی اسلام کا اصل پیغام و مفہوم ہے

اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مظبوطی سے پکڑے رکھو۔ اور تفرقے نہ کرو۔